ایک زمانہ تھا کہ ان حلقوں میں اپنا بڑا نام تھا۔ طالب علمی کی شوخی و بے باکی اور فطری بلند آوازی ہمیشہ حلقۂ درس کو نمایاں تر رکھتی اور جب ان حلقوں میں عربی تقاریر کا سلسلہ شروع کیا تو عجمیت کے وصف نے انہیں نمایاں ترین بنا دیا اور میں زندگی کے ان تین حسین دنوں کو فراموش نہیں کر سکتا جن میں انہی حلقوں نے رنگ بھرا اور دلکشی پیدا کی۔

ایک تو تب جب میں منیٰ کی مسجد خیف میں احرام باندھے مسائل حج پر اردو میں خطاب کر رہا تھا۔ دوران خطاب ہی ایک پاکستانی عالم نے ایک فقہی مسئلہ پر اعتراض کرتے ہوتے مسلک امام ابو حنیفہؒ بیان کرنے پر اصرار کیا۔ میں نے جواباً حدیث پیش کی۔ بات بڑھ گئی۔ لوگ اکھٹے ہو گئے اکثر عرب تھے پوچھا کیا ہوا؟ میں نے عربی میں جواب دیا اور بات چل نکلی اور شاید وہ زندگی کی حسین ترین تقریروں میں سے ایک تھی کہ جب میں نے خطاب ختم کیا تو تقریباً تین چار ہزار عرب میرے گرد و پیش ہجوم کیے کھڑے تھے۔ اور میں بے اختیار جھک گیا کہ میرے استاذ اور عالم اسلام کے مایۂ ناز مفسر شیخ امین شنقیطی میری طرف بڑھ رہے تھے۔ آتے ہی ماتھے پر بوسہ دیا، کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمانے لگے :

"تم اتنے بڑے خطیب ہو، ہمیں علم ہی نہ تھا۔"

اور یہ تب کی بات ہے جب عرب گئے ہوتے مجھے ابھی تین ماہ بھی نہ گزرے تھے۔ [1]

اور دوسری مرتبہ جب کہ مسجد نبوی کے باب السعود میں نماز مغرب کے بعد حسب معمول عربی میں تقریر کے لیے کھڑا ہوا، آیات جہاد تلاوت کیں فلسطین، کشمیر، قبرص اور اریٹریا کے پس منظر میں اپنے ماضی کو آواز دی۔ بھیڑ بڑھتی اور آنکھیں بھیگتی چلی گئیں سامنے شہنشاہ دو عالمؐ اپنے دو سالاروں سمیت استراحت فرما۔ پڑوس میں ہی بائیں طرف جنت البقیع میں سلطنت روم و یونان کو روندنے والے اور ایران و توران کو مسلنے والے محو خواب۔ پیش منظر میں بنو قریظہ و بنو نضیر کی اولاد کی دھمکیاں سسکیاں، آہوں اور کراہوں میں بدل گئیں۔ ایک ماتم بپا ہو گیا۔ پورا حرم امڈ آیا۔ اذان عشاء نے سلسلۂ تقریر منقطع کرنے پر مجبور کر دیا۔ نماز کھڑی ہو گئی، لیکن میرے یمین و یسار سسکیاں گونجتی

[1] جماعت کے مخلص افراد میاں محمد انور صاحب اور صوفی احمد دین صاحب آف لائل پور سے میرا پہلا تعارف اسی مقام اور اسی تقریر کے وقت ہوا۔

رہیں ہو، سلام پھیری ادھر لوگ پل پڑے ، عربوں کے ہاں اظہار محبت کے لیے ماتھے کو چومتے اور ناک پر بوسے دیتے ہیں ۔ آدھ گھنٹے تک بشاشہ، ستم بنارہا ۔ کچھ بھیڑ چھٹی تو ایک انتہائی خوبصورت اور وجیہ عربی چہرے پر ہلکی ہلکی ڈاڑھی رکھے دو جوانوں کے سہارے آگے بڑھا ۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ایک حصہ جسم پر فالج کا اثر ہے ۔ اس نے آتے ہی میرے کندھے پر ہاتھ رکھا ۔ پوچھا:۔

کہاں سے ہو ؟

میں نے جواب دیا ـــــ پاکستان ۔

پاکستان سے ؟ انہوں نے حیرت و استعجاب سے دہرایا !

جی ہاں ۔ میں نے جواب دیا ۔

مجھے اپنے سینے سے بھینچتے ہوئے بولے :۔

" پاکستانی ایسے ہی باکمال ہوتے ہیں ۔ جوان ! لوگ مجھے کہتے ہیں انا اخطب من یسکن فی العرب ولکن انا اقول انت اخطب منی ، کہ میں عالم عرب کا سب سے بڑا خطیب ہوں لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم مجھ سے بھی بڑے خطیب ہو "

اب تک میں ہجوم کی وجہ سے پوری طرح ان کی طرف متوجہ نہ ہو سکا تھا ۔ ان الفاظ نے مجھے چونکا دیا ، میں نے استفہامیہ نظروں سے انہیں سہارا دینے والے جوانوں کو دیکھا ۔ ان میں سے ایک میری طرف جھکا اور کہنے لگا :۔

آپ انہیں نہیں جانتے ؟

نہیں ، میں نے جواب دیا ۔

ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی ۔

ڈاکٹر سباعی ؟ اب میرے حیران ہونے کی باری تھی ۔

ڈاکٹر سباعی عالم عرب کا نامور سپوت ، دمشق یونیورسٹی کا سابق وائس چانسلر ، شریعت کالج کا مؤسس ۔ شام کا سابق وزیر قانون ، بے شمار کتابوں کا مصنف ، حضارۃ الاسلام کا ایڈیٹر ، بین الاقوامی شخصیت اور اسلام کا مایہ ناز فرزند ۔ میں جھکتا چلا گیا ۔

" ڈاکٹر صاحب ! مجھے عمر بھر اس پر فخر رہے گا کہ آپ ایسی گرامی منزلت ہستی

نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور میری تقریر کو پسند کیا، ایک عجمی اور طالب علم کے لیے اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہو سکتا ہے کہ خطیب عرب اور ادیب عصر اس کے خطاب کو سراہے۔

"حوصلہ افزائی کی بات نہیں واللہ تمہارا لب و لہجہ اور زبان و بیان پہ قدرت ایک لمحہ کے لیے بھی اس کا احساس نہیں ہونے دیتے کہ تم عربی نہیں عجمی ہو۔ میں نے ابتداء میں تمہیں مصری خیال کیا پھر شامی جانا لیکن تمہارے خد و خال اور ناک نقشہ سے ہندوستانیت کا شبہ ہوا۔"

میں دیر تک ان کا اور ان کی قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ باتوں باتوں میں انہیں یہ بھی علم ہو گیا کہ ان کے پرچے "حضارۃ الاسلام" میں جس کے چھپے ہوئے ایک ادبی مضمون "لیلۃ مع المتنبی" نے دھوم مچا رکھی ہے وہ میں ہی ہوں تو انہوں نے اور زیادہ مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا:۔

"میں اس کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ "لیلۃ مع المتنبی" لکھنے والا اتنا کم عمر ہوگا۔"

میں نے ان کی قیام گاہ کا پتہ معلوم کر کے انہیں الوداع کہی تو پیچھے سے ایک سابق دوست نے کہ حالیہ سیاست نے جن کے درمیان اور ہمارے درمیان اونچی دیواریں کھڑی کر دی ہیں، کندھے کو پکڑ لیا تپاک سے ملے، تین دیگر ساتھیوں سے تعارف کرایا۔ معلوم ہوا کہ حج وفد میں آئے ہیں۔ تقریر کی بے حد تعریف کی اور اصرار کیا کہ اس خوشی میں کھانا ان کے ساتھ کھاؤں۔ ان کے ایک دوسرے ساتھی نے کہ ادارہ تحقیقات اسلامی نے ان کو خاصا بدنام کیا، اور زور دیا کہ:۔

"پاکستان آؤں تو ان کے ادارہ میں چلا آؤں۔"

اور ان یادگار دنوں میں سے تیسرا دن وہ تھا جب قدس کی آبرو لٹ گئی۔ صحرائے سینا میں عرب پٹ گئے اور جولان کی پہاڑیوں میں صلاح الدین ایوبی کی فتح یابیوں کا بدلہ چکا دیا گیا۔ شرم الشیخ اور آبنائے تیران پہ یہودی قابض ہو گئے۔ مسلمانوں کی کمر ٹوٹ گئی اور اس روز پہلی مرتبہ حرم نبوی کے مینار روشنی کے چراغوں سے محروم رہے۔ بتیاں گل کر دی گئیں اور اندھیرے میں نماز مغرب، عشاء اور فجر ادا کی گئی۔ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ اللہ! یہ دن بھی آنا تھا۔ میرے دل سے ہوک نکلی اور میں نماز فجر کے بعد روضۂ اطہر کے پڑوس میں دل کے داغ نمایاں کرنے لگا۔

"کبھی دنیا مدینہ سے آنے والے قافلوں کے قدموں کی چاپ سنا کرتی تھی اور آج ہم مدینہ کے

راستوں پر یہودیوں کی یلغار کی خبریں سن رہے ہیں. تب ہم اسلام کے صحیح معنوں میں علمبردار اور گنبد خضراء کے مکین کے حقیقتاً پیروکار تھے اور آج اسلام کو ہم نے چھوڑ دیا اور رحمت و نصرتِ رب ہم سے منہ موڑ گئی" اور پھر نہ جانے کیا ہوا کہ گریباں پھٹ گئے. دامن چاک ہو گئے اور حرم نبوی "الجہاد الجہاد" کے نعروں سے گونجنے لگا.

اور ادھر میں یونیورسٹی پہنچا ادھر سعودی سی آئی ڈی کا نمائندہ حکم سرکاری لیے آگیا کہ اس پاکستانی طالب علم کو آئندہ حرم نبوی کا یا کسی دوسرے مقام پر جنگ کے موضوع پر تقریر کی اجازت نہیں جو جذبات سے کھیلتا، شعلے اگلتا اور آگ برساتا ہے.

لیکن نہ جانے اب کے برس کیا ہوا. احباب تقاضے اور دوست مجبور کرتے رہے لیکن تقریر کو دل ہی نہ چاہا نہ عربی میں نہ اردو میں. ایک مکی دوست کہنے لگے :

"صاحب! تب تو دن میں تین تین مرتبہ بولا کرتے تھے اب کے پورے عرصہ قیام میں ایک مرتبہ بھی نہیں بول رہے. ماجرا کیا ہے؟"

مجھے خود معلوم نہیں، میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا.

ان حلقاتِ درس میں پھرتے پھراتے دن چڑھ آیا. نماز چاشت ادا کی اور قیام گاہ لوٹ آئے کہ کچھ سو لیں تو پھر مکہ مکرمہ کو دیکھنے کے لیے نکلیں گے اور رابطہ کے صدر دفتر بھی چلیں گے.

(جاری ہے)

بقیہ تبصرہ کتب

اس کا حصہ اول چھپ چکا ہے اور عنقریب ہی دوسرا حصہ بھی بازار میں آجائے گا. پہلے حصہ کی قیمت دس روپے ہے لیکن اگر کوئی مستقلاً اپنا نام رجسٹرڈ کروالے تو اسے مع محصول ڈاک آٹھ روپے فی حصہ دینے پڑیں گے. شیخ اشرف صاحب اور صدیقی صاحب کو ہم اس کام پر مبارک باد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ انہیں اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے. آمین

ملنے کا پتہ :- شیخ محمد اشرف ○ کشمیری بازار ○ لاہور

احسان الٰہی ظہیر

مسئلہ تقلید اور فکر و نظر

ادارہ "تحقیقات اسلامی" راولپنڈی کہ سابق صدر ایوب خان نے جسے "دین ایوبی" کی تدوین اور ترویج اور "دین محمدی" میں تحریف و تغییر کے لیے وجود بخشا ایک زمانہ تک ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے حبالۂ عقد میں رہا اور اجتہاد اور استنباط و استخراج مسائل کے نام پر اسلام کی عمارت میں نقب لگاتا اور اعدائے اسلام یہودی اور نصرانی مستشرقین کی تعلیمات کو مسلمانوں میں پھیلاتا اور ان کی نئی نسل کو ورغلاتا اور شریعت مطہرہ سے پھسلاتا رہا۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن سے جبری طلاق کے بعد اسے ڈاکٹر صغیر حسین معصومی کی متوعہ ٹھہرایا گیا ـــــ اگرچہ علماء اور دینی و اسلامی تنظیموں کا مطالبہ تھا کہ ایوب صاحب کی رخصتی کے بعد اسے بھی رخصت کر دینا چاہیے اور اگر اس "بت طناز" کا باقی رکھنا ہی ضروری ہو تو اسے ان کے حوالے کرنا چاہیے جو علم دین کے صحیح ماہر اور اس کے سمندروں کے حقیقی شناور ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ طہارت و تقوٰے کے بلند معیار پر بھی فائز ہوں تاکہ لوگ اس پر اعتماد کرسکیں اور اس کی راہنمائی میں جدید مسائل کا حل پا سکیں۔ کیونکہ وہ لوگ جن کی دینی معلومات خود اغیار کی رہین منت ہوں، مستشرقین جن کے راہنما و معلم ٹھہریں اور استشراق جن کے کلاہ افتخار کا طرہ ہو، اسلام کے بارہ میں ان کی کسی ادر لکھی ہوئی بات کا کیا وزن اور کیا مرتبہ ہو سکتا ہے؟ لیکن ہمارے ان حکام والا مقام کے نزدیک ان مسجدوں اور مدرسوں کے تربیت یافتہ علماء کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے جن کے نزدیک استناد کا معیار ہی ولایت اور ولایتی صاحبوں کی رائے ہوتی ہے چاہے وہ قرآن و حدیث ہی کے بارہ میں کیوں نہ ہو چنانچہ آج بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اس نام نہاد اکلوتے اسلامی

تحقیقاتی ادارے میں ایک بھی حقیقی عالم دین موجود نہیں۔

بہر حال ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے جانے اور ڈاکٹر معصومی کے آنے کے بعد یہ توقع ہو چلی تھی کہ اب اس کے حالات کافی حد تک درست ہو جائیں گے لیکن تحقیقات اسلامی کے پرچے ماہنامہ "فکر و نظر" کے شمارہ جون ۱۹۷۱ء کو دیکھ کر اس توقع کو بڑی ٹھیس لگی کہ اگر فضل الرحمٰن ایک انتہا پر تھے تو معصومی صاحب دوسری انتہا پر کہ فضل الرحمٰن اجتہاد کے نام پہ کفر کو اسلام میں داخل کرتے رہے اور معصومی صاحب تقلید کے نام پر اسلام ہی کو بانجھ بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

معصومی صاحب نے اس شمارہ میں "شاہ ولی اللہ کا نظریہ تقلید" کے عنوان سے ایک عجیب مضحکہ خیز اور الجھا ہوا مضمون لکھا ہے جس میں "شاہ صغیر" کے نظریات تو موجود ہیں شاہ ولی اللہ کا نظریہ کہیں نظر نہیں آتا حالانکہ اظہارِ مدعا کے لیے انہی کی شخصیت کا سہارا لیا گیا ہے۔ حالانکہ معصومی صاحب اگر تقلید کے متعلق کچھ کہنا ہی چاہتے تھے تو شاہ صاحب کا نام لیے بغیر بھی کہہ سکتے تھے۔

اس مضمون کو دیکھ کر یہ بھی اندازہ ہوا کہ اس روشنی و علم کے زمانہ میں بھی علم کے نام پر بڑے بڑے بے علمی کے مظاہرے کیے جاتے ہیں اور بزعم خویش کتنے بڑے بڑے "ذی علم" اور "سکالر" (SCHOLAR) اس کے مرتکب ہوتے ہیں

معصومی صاحب نے اس بے سر و پا مضمون میں بار بار "تقلید" کا لفظ استعمال کیا ہے اور نہیں جانتے کہ اس کا معنی و محل کیا ہے کہ انہوں نے "تقلید" کے موضوع پر لکھتے ہوئے بھی "تقلید" کو جہلاء کی طرح عام معنوں میں لیا ہے حالانکہ جب کسی چیز کے متعلق خصوصی طور پر بحث کی جاتی ہے تو ان اصطلاحات کا پوری طرح لحاظ رکھا جاتا ہے جو اس کے متعلق علماء میں متعارف و متداول ہوں وگرنہ اس کے بارہ میں گفتگو بے کار محض ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ ثابت تو "تقلید اصطلاحی" کرتے ہیں اور مثالیں "تقلید عوامی" کی دیتے ہیں۔ اپنے مضمون کی ابتداء میں کہتے ہیں:

"اطاعتِ باری تعالیٰ اور اطاعتِ رسول کے لیے کسی ذی علم صاحب بصیرت اور صاحبِ عمل کی تقلید نہ صرف ضروری بلکہ واجب اور فرض ہے۔" [1]

---

[1] ص ۹۰۵ شمارہ مذکورہ

کیونکہ :۔

"تعلیم و تربیت کی غرض و غایت یہی سمجھی جاتی ہے کہ اچھے لوگوں کی اچھے امور میں تقلید کی جائے" [۱]

اور :۔

"قدیم خیال اور اسلامی تہذیب کے حامل اگلے لوگوں کی طرح اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ نئی تہذیب و ثقافت کے دلدادہ چاہتے ہیں کہ قدامت پرستی کی تقلید مذموم ٹھہرائی جائے اور جدت اختیار کی جائے" [۲]

اور :۔

"اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول" پر مسلمان کاربند ہوں اور بجائے دوسری طاقتور قوموں کی تقلید کرنے کے اپنے اسلاف صحابہ کرام اور خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کی جائے" [۳]

اور پھر :۔

"یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب مذاہب اربعہ کی تقلید کو سارے عالم اسلام کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں ..... اور اپنے لیے حنفی مذہب کی تقلید ضروری سمجھتے ہیں" [۴]

اور آخر میں تان اس پر توڑتے ہیں :۔

"آج تقلید کے منکرین خود اپنے اسلاف اور بزرگوں کی تقلید میں مقلدین اہل سنت والجماعت سے زیادہ تعصب کا اظہار کرتے ہیں اور تقشف سے بری نہیں سمجھے جا سکتے" [۵]

---

[۱] ص ۹۰۶ شمارہ مذکورہ

[۲] ایضاً

[۳] ص ۹۰۷

[۴] ص ۹۱۱

[۵] ص ۹۱۲

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اب اندازہ لگائیے بات کیا ہے اور آنجناب کیا کہہ رہے ہیں، اور خود یہ حوالہ جات اس قدر باہم متضاد اور متناقض ہیں کہ اہلِ فکر اور اہلِ نظر سے مخفی نہیں، اور اس پر دعوٰی ہے تحقیقاتِ اسلامی کی سربراہی اور صاحبِ "فکر و نظر" ہونے کا ؎

گر ہمیں مکتب ہمیں ملا

کارِ طفلاں تمام خواہد شد

جو شخص موضوعِ تقلید پر گفتگو کرتے ہوئے تقلیدِ ائمہ اور تقلیدِ اقوام و اشخاص اور تقلیدِ انبیاء میں فرق نہیں کر سکتا کیا اسے اس موضوع پر گفتگو کا حق بھی پہنچتا ہے؟

حالانکہ اگر معصومی صاحب کو تقلید کے موضوع پر بحث کرنا ہی تھی ـــــ تو اس کے لیے علمی طرق بھی موجود تھے جیسے شاہ ولی اللہ نے "الانصاف"، "عقد الجید"، "حجۃ اللہ البالغہ" اور "القول السدید" وغیرہ میں کی ہے لیکن آپ نے تو شاید ان کتابوں کی اوراق کشائی بھی نہ کی ہوگی، آپ کو کیا معلوم کہ شاہ صاحب کیا، کیسے اور کس طرح کہتے ہیں؟

معصومی صاحب کے مندرجات پر گفتگو سے پہلے ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے تقلید کی تعریف سے انہیں آگاہ کر دیں۔ "تقلید کہتے ہیں رسول کے علاوہ کسی کی بات بے دلیل مان لینے کو"، چنانچہ مشہور حنفی اصولی فاضل بہاریؒ مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں

التقليد العمل بقول الغير من غير حجة [1]

تقلید رسول اللہ کے علاوہ کسی کے بے دلیل قول کو مان لینے کا نام ہے

اور دلیل سے مراد ادلہ شرعیہ اربعہ ہیں جیساکہ شارح مسلم الثبوت بحر العلوم نے اس کی تصریح کر دی ہے [2]

مغتنم الحصول میں حبیب اللہ قندھاری فرماتے ہیں:-

التقليد العمل بقول من ليس قوله من الحجج الشرعية بلا حجة [3]

---

[1] مسلم الثبوت ص ۲۸۵

[2] حوالہ کے لیے دیکھئے شرح مسلم الثبوت ص ۶۲۴ [3] مغتنم الحصول للقندھاری

تقلید اس کے قول پر عمل کا نام ہے جس کی بات بغیر دلیلِ شرعی نہیں بن سکتی
ملا حسن حنفی عقد الفرید میں کہتے ہیں :۔

حقیقۃ التقلید العمل بقول من لیس قولہ احدی الحجج الاربعۃ الشرعیۃ بلا حجۃ منہا۔ (عقد الفرید)

تقلید حقیقتاً اس کے قول پر عمل کرنے کا نام ہے جس کا قول ادلۂ شرعیہ (کتاب، سنت، اجماع اور قیاس) میں سے نہ ہو۔

ابن حاجب رح کہتے ہیں۔

التقلید العمل بقول غیرک من غیر حجۃ [1]

تقلید کسی کی بات پر بے دلیل عمل کرنے کا نام ہے۔

اور علامہ سبکی رح فرماتے ہیں

التقلید اخذ القول من غیر معرفۃ دلیلہ [2]

تقلید کا معنی ہے بے دلیل بات کا ماننا۔

امام غزالی رح فرماتے ہیں۔

التقلید ھو قبول قول بلا حجۃ و لیس ذلک طریقا الی العلم لا فی الاصول ولا فی الفروع [3]

تقلید کسی کی بے دلیل بات کے ماننے کا نام ہے اور یہ علم کی راہ نہیں نہ اصول میں اور نہ فروع میں۔

اب ذرا ان ائمہ و اعلام کی تصریحات کو ملاحظہ کیجئے کہ یہ تقلید کی کیا تعریف کرتے ہیں اور جناب معصومی صاحب تقلید کو کیا سمجھتے ہیں کہ بے محابا ہر جگہ اور ہر مقام پہ تقلید کا لفظ استعمال

---

[1] مختصر الاصول لابن حاجب ج ۲۔ ص ۳۰۵

[2] جمع الجوامع لابن السبکی ج ۲ ص ۲۵۱

[3] المستصفی للغزالی ج ۲ ص ۱۲۳

کیے جاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے اور تو اور خود انہوں نے متقلد حنفی علماء کی کتب پر بھی نظر نہیں ڈالی دگرنہ وہ کیسے کہتے ؛

"اس لیے انبیاء کی اطاعت وتقلید فرض ہے اور کفار و منافقین کی تقلید حرام" [۱]

"خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کی جائے" [۲]

جبکہ ملا حسنؒ فرماتے ہیں :

فلیس الرجوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والاجماع من التقلید لان کل منہا حجۃ شرعیۃ من الحجج الشرعیۃ [۳]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع اور اجماع کے قبول کرنے کو تقلید نہیں کہا جاتا کیونکہ سرورِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اور اجماع بذات خود دلیل شرعی ہیں اور تقلید دلیل شرعی کے نہ ہونے کا نام ہے۔

اور ملا حبیب اللہؒ قندھاری فرماتے ہیں۔

فالرجوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم او الی الاجماع لیس منہ [۴]

حضورؐ کی بات اور اجماع کی طرف رجوع کو تقلید نہیں کہتے ؎

؎ کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا ؟

اور تقریباً یہی کچھ صاحب مسلم الثبوت اور دیگر حنفی اصولیین نے لکھا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کو اپنے گھر تک کا بھی علم نہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر معصومی عامی کے استفتا۔ اور معلم کی تعلیم کو بھی تقلید بتلاتے ہیں حالانکہ اس بارہ میں بھی ان کا علم اسی طرح اپنی کوتاہ نظری اور بے بصیرتی کی چغلی کھا رہا ہے جس طرح

---

[۱] فکر و نظر ص ۹۰۵

[۲] ایضاً ص ۹۰۷

[۳] عقد الفرید

[۴] منتخم الحصول

پہلے امور کے بارہ میں عجب کہ تقریباً سبھی علماء اصول کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے تقلید نہیں کہا جاتا۔ ابن حاجبؒ فرماتے ہیں:۔

ولیس الرجوع الی الرسول و الی الاجماع و العامی الی المفتی و القاضی الی العدول بتقلید لقیام الحجة [1]

کہ جس طرح رسول اکرمؐ اور اجماع کی طرف رجوع کو تقلید نہیں کہا جاتا اسی طرح عامی کا مفتی اور قاضی کا گواہوں کی بات ماننا بھی تقلید نہیں کیونکہ شریعت میں اس کی دلیل موجود ہے۔

تقلید کی تعریف کے بعد اب ذرا ڈاکٹر صاحب کے دعوے پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ فرماتے ہیں

"اطاعتِ باری تعالیٰ اور اطاعتِ رسول کے لیے کسی ذی علم، صاحب بصیرت اور صاحب عمل کی تقلید نہ صرف ضروری ہے بلکہ واجب اور فرض ہے۔" [2]

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا نام لے کر شاہ صاحبؒ پر اس سے بڑا ظلم اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ ایسی بے علمی اور جہالت کی باتوں کو آپ کی طرف نسبت دی جائے۔

معصومی صاحب کے بارہ میں کم از کم ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ وہ علم سے اس قدر بے بہرہ اور بصیرت سے اس قدر محروم ہیں، قطع نظر اس کے کہ ان کا اپنا سارا مضمون اس دعوے کی نفی کرتا ہے، ہم' سے یہ پوچھنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ حضور! کیا آپ کو علم ہے کہ فرض کسے کہتے ہیں؟ اور فرضیت کس طرح ثابت ہوتی ہے؟

پناہ بخدا کہ ایک اسلامی علوم میں تحقیق و تفتیش کے مدعی ادارے کا سربراہ فرض کے معنی بھی نہیں جانتا ۔

کچھ تو خوفِ خدا کرو یارو !

ڈاکٹر صاحب! اگر فقہی اور کلامی مسائل پر گفتگو کا آپ کو ایسا ہی شوق چرایا ہے تو پہلے فقہ و کلام کا مطالعہ ضرور فرما لیجئے ورنہ یقین جانیے کہ ابھی پاکستان میں علم کو اس قدر زوال بھی نہیں آیا کہ

---

[1] مختصر الاصول ج ۲ ص ۳۰۵

[2] فکر و نظر ص ۹۰۵

آپ ایسے لوگ علم کی چراگاہوں میں جس طرح جی چاہے دندناتے پھریں اور سمجھیں کہ کوئی انہیں ٹوکنے اور ردکنے والا نہیں۔

معصومی صاحب! یاد رکھیے فرضیت کے اثبات کے لیے دلیل کی ضرورت ہے اور جانتے ہو کیسی دلیل ؟ دلیل قطعی کی۔

اور یہ بھی معلوم ہے کہ تارک فرض معاقب اور معذّب ہے اور جب یہ مسلّم ہے تو پھر تبلائیے۔ ان جلیل القدر صحابہ، تابعین، تبع تابعین ائمہ ہدیٰ اور محدثین و فقہاء کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے جو مقلد نہ تھے اور جن کے زمانہ میں خود شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تقلید کا وجود تک نہ تھا کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں :۔

واعلم ان الناس کانوا فی المائة الاولیٰ والثانیة غیر مجتمعین علی التقلید لمذھب واحد بعینه قال ابوطالب المکی فی قوة القلوب ان الکتب والمجموعات محدثة والقول بمقالات الناس والفتیا بمذھب الواحد من الناس واتخاذ قوله والحکایة له فی کل شیٔ والتفقه علی مذھبه لم یکن الناس قدیما علی ذلك فی القرنین الاول والثانی [1]

"جان لو کہ لوگ پہلی اور دوسری صدی میں کسی ایک معین مذہب کی تقلید پر متفق نہ تھے۔ چنانچہ ابوطالب نے قوت القلوب میں لکھا ہے کہ کتابیں اور مجموعے سب نئے بنے ہوئے ہیں۔ پہلی اور دوسری صدی میں کسی ایک شخص کے مذہب پر فتوےٰ دینے اس کے قول پر عمل کرنے اور ہر چیز میں اس کے نقل کرنے اور اس کے ہی مذہب پر اعتماد کرنے کا کوئی رواج نہ تھا۔"

ظاہر ہے کہ کسی آسمانی شریعت میں یہ ناممکن ہے کہ پہلوں پر تو ایک چیز فرض نہ ہو اور پچھلوں پہ فرض کردی جائے اور قرونِ اولیٰ میں تقلید کے نہ ہونے کی گواہی وہ دے رہے ہیں، جن کے ذمہ معصومی صاحب اپنی خود ساختہ اور از کار رفتہ آراء لگا رہے ہیں،

---

[1] الانصاف فی بیان سبب الاختلاف لشاہ ولی اللہ رح

اس سے بڑا دھوکہ اور ظلم اور کیا ہوسکتا ہے کہ شاہ صاحبؒ کا نام لے کر ایک ایسی بات کہی جائے جو خود شاہ صاحبؒ کی اپنی روایات اور اپنے نظریات کے منافی ہو؟

اگر تقلید شاہ صاحبؒ کے نزدیک فرض ہی ہوتی تو شاہ صاحب تقلید کے تارکین و مخالفین المحدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ کیوں کہتے۔

واما اصحاب الظواهر فهم اهل الحديث خير اهل العمل على الارض وخيار العلماء و سادات هذه الامة والفرقة الناجية [1]

اہل ظاہر وہی اہل حدیث ہیں اور یہی روئے زمین پر بہترین عملوں کے مالک، علماء کے سرتاج اور امت کے سردار اور فرقہ ناجیہ کے لوگ ہیں۔

نیز حجۃ اللہ البالغہ میں فرقہ ناجیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

هم الاخذ ون فى العقيدة والعمل جميعا بما ظهر من الكتاب والسنة وجرى عليه جمهور الصحابة والتابعين [2]

فرقہ ناجیہ کے لوگ وہ ہیں جو عقیدہ و عمل کی ہر بات میں کتاب و سنت پر عمل کرتے ہیں جن پر صحابہ اور تابعین نے عمل کیا ہے۔

یہاں شاہ صاحبؒ نے تقلید کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اگر تقلید فرض ہوتی تو اس کا ضرور تذکرہ فرماتے۔

اور معصومی صاحب نے شاہ ولی اللہؒ پر یہ بھی الزام تراشا اور جھوٹ گھڑا ہے کہ وہ:

"مذاہبِ اربعہ کی تقلید کو سارے عالم اسلامی کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں" [3]

جبکہ وہ واشگاف الفاظ میں اس کے برعکس ارشاد فرماتے ہیں:

اعلم انه لم يكلف الله تعالىٰ احدا من عباده بان يكون حنفيا او مالكيا او شافعيا او حنبليا بل اوجب عليهم الايمان بما بعث به سيدنا محمدا صلى الله عليه وسلم [4]

---

[1] دراسات اللبیب [2] حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۷۰

[3] فکر و نظر ۹۱۰

[4] حوالہ کے لیے دیکھیے شاہ صاحب کا رسالہ القول السدید

کہ اللہ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی ہونے کا مکلف نہیں ٹھہرایا بلکہ ان پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ ان احکام کو مانیں جو سرور ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب! سے معافی چاہ بے ادبی سے اپنی

اور یہی وجہ ہے کہ ولی اللہ کا پوتا شہید بالاکوٹ شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ یہ لکھتا ہے۔

ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصریحة الدالة علی خلاف اکلامام [1]

مجھے معلوم نہیں کہ ایک معین شخص کی تقلید کیسے جائز ہوگی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی طرف رجوع ممکن بھی ہے جو کہ صراحتہ قول امام کی مخالفت پر دلالت کرتی ہیں اور پھر اگر تقلید فرض ہی ہوتی جیسا کہ معصومی صاحب اسے فرض قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں تو کم از کم ائمہ کو تو اس کی تصریح کرنا چاہیے تھی لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ معصومی صاحب جن کی تقلید کی فرضیت ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اسے سارے عالم اسلام کے لیے ضروری قرار دے رہے ہیں خود ان سے تقلید کی مخالفت مروی ہے اور نہ جانے ہمارے مقلد بھائی اپنے ائمہ کی اس بات میں کیوں تقلید نہیں کرتے؟

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی [2]

جو میرے قول کی دلیل نہیں جانتا اسے میرے کلام پر فتوے دینا حرام ہے۔

اور ہم پہلے واضح کر چکے ہیں۔ تقلید عدم معرفت دلیل کا نام ہے۔

اور صاحب روضۃ العلماء نے بروایت علامہ مرغینانیؒ نقل کیا ہے:۔

---

[1] تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین لشاہ اسماعیل الشہید رحمۃ اللہ علیہ

[2] المیزان للشعرانی

انه يعني اباحنيفة سئل اذا قلت قولا وكتاب الله يخالفه قال اتركوا قولي بكتاب الله فقيل اذا كان محمد رسول الله يخالفه قال اتركوا قولي بخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقيل اذا كان قول الصحابة يخالفه قال اتركوا قولي بقول الصحابة. (روضة العلماء)

امام ابو حنیفہ رح سے سوال کیا گیا کہ جب آپ کی کوئی بات قرآن مجید کے مخالف ہو (تو کیا کرنا چاہیے) آپ نے فرمایا میری بات قرآن کے مقابلہ میں ترک کر دو۔ پھر سوال ہوا کہ اگر حدیث رسول کی مخالفت ہو تو؟ فرمایا حدیث کے مقابلہ میں بھی اسے ترک کر دو۔ سہ بارہ پوچھا گیا کہ جب قول صحابہ اس کا مخالف ہو؟ تو آپ نے فرمایا آثار صحابہ کے مقابلہ میں بھی میری بات سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔

اور امام مالک رح فرماتے ہیں:۔

ما من احد الا وهو ماخوذ من كلامه ومردود عليه الا صاحب هذه الروضة يعني به رسول الله صلى الله عليه وسلم [1]

ہر شخص کی بات مانی بھی جا سکتی ہے اور رد بھی کی جا سکتی ہے مگر سرور کائنات علیہ السلام کی بات کسی صورت بھی رد نہیں کی جا سکتی۔

اور امام احمد رح نے تو کھلم کھلا کہا:۔

لا تقلدني ولا تقلدن مالكا ولا الاوزاعي ولا النخعي ولا غيرهم وخذ الاحكام من حيث اخذوا من الكتاب والسنة [2]

نہ میری تقلید کرو نہ مالک کی، نہ اوزاعی کی، اور نہ نخعی کی اور نہ ان کے علاوہ کسی اور کی بلکہ احکام شرع وہیں سے لو جہاں سے انہوں نے لیے یعنی کتاب و سنت سے

اور امام شافعی رح سے امام الحرمین رح نے نہایہ میں۔ شاہ ولی اللہ رح نے عقد الجید میں اور امام شعرانی رح نے میزان میں نقل کیا ہے:۔

---

[1] المیزان للشعرانی ص ۴۸

[2] ایضاً ص ۵۰

اذا بلغکم خبر صحیح یخالف مذهبی فاتبعوه واعلموا انه مذهبی"
جب تمہیں میرے مذہب کے مخالف حدیث صحیح مل جائے تو اس کی اتباع کرو اور جان لو کہ وہی میرا مذہب ہے۔

اور شاہ ولی اللہؒ جن کے نام سے معصومی صاحب لوگوں کو مبتلائے فریب کرنا چاہتے ہیں، اپنی کتاب عقد الجید میں امام ابن حزمؒ سے تقلید کے بارہ میں یہاں تک نقل فرما دیتے ہیں۔

التقلید حرام ولا یحل لاحد ان یاخذ قول احد غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا برهان لقوله اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء وقوله تعالیٰ واذا قیل لهم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیه اباءنا وقال تعالیٰ مادحا لمن لم یقلد فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه ط اولئك الذین هداهم اللہ واولئك هم اولوا الالباب۔ وان تنازعتم فی شیء فردوه الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر فلم یبح اللہ تعالیٰ الرد عند التنازع الی قول قائل لانه غیر القرآن والسنة وقد صح اجماع الصحابة کلهم اولهم عن اخرهم واجماع التابعین اولهم عن اخرهم واجماع تبع التابعین اولهم عن اخرهم علی الامتناع والمنع من ان یقصد احد الی قول انسان منهم او ممن قبلهم فیاخذه کله فلیعلم من اخذ بجمیع اقوال ابی حنیفه او جمیع اقوال مالك او جمیع اقوال الشافعی او جمیع اقوال احمد ولا یترك قول من اتبع منهم او من غیرهم الی قول غیره ولم یعتمد علی ماجاء فی القرآن والسنة غیر صارف ذلك الی قول انسان بعینه انه قد خالف اجماع الامة کلها اولها عن اخرها بیقین لا اشکال فیه وانه لا یجد لنفسه سلفا ولا اماما فی جمیع الاعصار المحمودة الثلاثة فقد اتبع غیر سبیل

المومنین نعوذ باللہ من ھذہ المنزلۃ لو ایضا فان ھؤلاء الفقہاء کلھم قد نھو عن تقلیدھم و تقلید غیرھم فقد خالفھم من قلدھم و ایضا فما الذی جعل رجلا من ھؤلاء او من غیرھم اولی بان یقلد من عمر بن الخطاب او علی بن طالب او ابن مسعود او ابن عمر او ابن عباس او عائشۃ ام المومنین فلو ساغ التقلید لکان کل واحد من ھؤلاء احق بان یتبع من غیرہ [1]

تقلید حرام ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی بات بلا دلیل مانے۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے "اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں کی پیروی مت کرو"۔ نیز ارشادِ ربانی ہے۔ "جب انہیں کہا جاتا ہے اس کی اتباع کرو جسے اللہ نے اتارا ہے تو وہ کہتے ہیں نہیں بلکہ ہم تو اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے باپ دادوں کو پایا"

اور باری تعالیٰ ان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو تقلید نہیں کرتے، "میرے ان بندوں کو خوشخبری سنادو جو بات کو سنتے اور بہتر کی پیروی کرتے ہیں۔ وہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور وہی ہیں جو صاحبانِ خرد کہلانے کے مستحق ہیں"

اور فرمایا "اگر تمہارا کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جھگڑے کے وقت کسی کی طرف بھی رجوع کی اجازت نہیں دی اور کسی کی طرف بھی رجوع کو حرام قرار دے دیا ہے کیونکہ وہ کتاب و سنت نہیں

تمام صحابہ تابعین اور تبع تابعین کا اس پر اجماع ہے کہ کسی کے بھی تمام کے تمام اقوال کو لینا اور ان پر عمل کرنا چاہے وہ موجودین میں سے ہو یا پہلوں میں سے درست نہیں اور جو شخص ائمہ اربعہ میں سے کسی کے بھی تمام کے تمام اقوال اخذ کر لیتا ہے اور

---

[1] عقد الجید لشاہ ولی اللہ ص ۴۰ تا ۴۲

ان کے علاوہ کسی کی بات تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی قرآن و سنت پر اعتماد کرتا ہے وہ بلا شبہ اجماع امت کی مخالفت کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور وہ اپنے اس عمل سے یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ تینوں مبارک زمانوں میں اس کا کوئی راہنما اور کوئی امام نہیں اور یہی وہ ہے جس نے غیر مومنوں کی راہ کو اختیار کیا۔ ہم اللہ سے اس بات کی پناہ مانگتے ہیں اور پھر یہ بات بھی ہے کہ ان تمام فقہاء امت نے اپنی تقلید اور اپنے علاوہ کسی بھی دوسرے کی تقلید سے منع کیا ہے۔ اب جو کوئی ان کی تقلید کرتا ہے وہ درحقیقت ان کی مخالفت کرتا ہے۔

اور یہ بھی سوچنے کی چیز ہے کہ اگر تقلید جائز ہی ہوتی تو ان کی بجائے ——— عمر فاروقؓ، علی حیدرؓ، ابن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور ام المومنین عائشہؓ اس کا زیادہ استحقاق رکھتے تھے کہ ان کی تقلید کی جاتی اور جب ان کی تقلید نہیں کی جاتی تو کون دوسرا ان سے زیادہ اس کے لائق ہو سکتا ہے؟"

اور امام ابن حزمؒ کی بات ہے بھی وزن دار کہ اگر تقلید ضروری ہی ہوتی تو خلفاء راشدین کی بالاولیٰ ضروری ہوتی کہ پوری امت زہد و تقوے اور علم و فضل میں ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔

اور پھر ڈاکٹر معصومیؔ صاحب نے اپنے اس عجیب و غریب مضمون میں اور بھی کئی غلط بیانیاں کی ہیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ لکھتے ہیں:۔

امام شافعی امام اعظم کی قبر پر فاتحہ پڑھنے جاتے ہیں اور نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو حنفی طریقے پر نماز ادا کرتے ہیں" [1]

نہ جانے امام شافعیؒ کے امام ابو حنیفہؒ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے جانے کی خبر معصومیؔ صاحب کو کس نے دی ہے؟ اور اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے امام مالکؒ کی اقتداء میں انہی کے طریقے کے مطابق نماز پڑھنے کا انہیں کس نے بتایا ہے؟

معصومیؔ صاحب! اہل حدیث کے خلاف لکھتے اور بولتے ہوئے علم کی بات کیجئے علم کی، وگرنہ

---

[1] فکر و نظر ص ۹۱۱

یاد رکھیے ؎ یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں۔

اور پھر آخر میں غلط بیانی کے ساتھ ساتھ اہل حدیث پر طنز کے تیر بھی چلاتے ہیں۔

"آج تقلید کے منکرین خود اپنے اسلاف اور بزرگوں کی تقلید میں مقلدین اہل سنت والجماعت سے زیادہ تعصب کا اظہار کرتے ہیں اور تقشف سے بری نہیں سمجھے جا سکتے"۔ [1]

حضور! آپ سے یہ کس نے کہا کہ منکرین تقلید بزرگوں کی تقلید میں مقلدین سے بھی آگے ہیں؟ ؎

یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

اور نہ جانے "تقشف سے بری نہیں سمجھے جا سکتے" کا معنی ڈاکٹر معصومی صاحب کے نزدیک کیا ہے اور اس کا ماسبق سے ربط کیا ہے؟

ادارہ تحقیقات اسلامی کو مبارک ہو کہ اسے ایسے "صاحبان علم و فضل" میسر ہوئے جو الفاظ کے صحیح معانی اور ان کے استعمال کے مواقع تک نہیں جانتے۔ ؎

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو۔

اور پھر ہمیں معصومی صاحب یہ بھی کہنا ہے کہ جناب محترم! اگر آپ تقلید کے ایسے ہی قائل ہیں تو ادارہ تحقیقات اسلامی چہ معنی دارد؟ اور اس میں آپ کا وجود کس لیے کہ مقلد تو مقید بقول امام ہوتا ہے اپنی طرف سے کچھ کر ہی نہیں سکتا اور نہ ہی اسے استنباط و استخراج مسائل کا حق ہوتا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن قیمؒ امام ابن عبدالبرؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

قال ابو عمرو وغیرہ من العلماء اجمع الناس علی ان المقلد لیس معدودا من اهل العلم وان العلم معرفة الحق بدلیله وهذا کما قال ابو عمر رحمه الله فان الناس لا یختلفون ان العلم المعرفة الحاصلة عن الدلیل

---

[1] فکر و نظر ص ۹۱۲

اما بدون الدلیل فهو تقلید [1]

امام ابوعمر وبن عبدالبرؒ وغیرہ علماء کہتے ہیں کہ اس پر لوگوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا شمار علماء میں نہیں ہوتا کہ علم تو دلیل کے ساتھ معرفت حق کا نام ہے۔ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں اور ابن عبدالبرؒ کی بات صحیح بھی ہے کیونکہ واقعی علم تو اس معرفت کا نام ہے جو دلیل سے حاصل ہو اور تقلید ہوتی ہی بے دلیل ہے۔

او سا امام غزالیؒ نے تو یہاں تک ارشاد فرما دیا کہ:-

"جو لوگوں کے جواب سے عاجز آجائے اور حقائق کو واضح نہ کر سکے وہ عالم نہیں بلکہ مقلد ہے"

فرماتے ہیں:-

فاعلم أنه لیس من اهل النظر و إنما هو مقلد و شرط المقلد أن یسکت او یسکت عنه [2]

صاحب نظر (عالم) وہ ہے جو مخالفین کو جواب دے سکے اور جو یہ نہ کر سکے (سمجھ لو کہ) وہ نظر سے کورا ہے اور مقلد ہے اور مقلد کی شان یہ ہے کہ خاموش رہے نہ وہ کسی کو سنائے نہ کوئی اس کو سنائے۔

تو معصومی صاحب جب آپ خود ہی اپنے لیے یہ مقام و منصب تجویز کر چکے ——— تو پھر تحقیقات کیسی اور کہاں کی؟ ؎

ناصحا دل میں ہی اتنا تو سمجھا اپنے کہ ہم!
لاکھ ناداں ہوئے کیا تجھ سے بھی ناداں ہونگے

حضور! جائیے کسی اور جا براجیے اور اس کرسی کو اس کے لیے خالی کر دیجیے جو عالم ہو اور اس کا اہل بھی اور رہے آپ تو ؎

---

[1] اعلام الموقعین لابن قیم ج ۱ ص ۱۸

[2] فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقة للغزالی ص ۱۸

عشق تو قائم نہ ہوا آپ سے!
اور ہی کچھ پیشہ کیا چاہیئے

اور یہ ہم نہیں کہتے آپ ہی کے بھائی جمہور شافعیہ یہی کہتے ہیں کہ:

لا یجوز الفتوی بالتقلید لانہ لیس بعلم و الفتوی بغیر علم حرام و لاخلاف بین الناس ان التقلید لیس بعلم و ان المقلد لا یطلق علیہ لفظ العالم و ھو قول اکثر الاصحاب و قول جمھور الشافعیۃ [1]

اکثر حنابلہ اور جمہور شوافع کا کہنا ہے کہ مقلد کو فتوے دینے کا اختیار نہیں اس لیے کہ تقلید علم نہیں اور فتوے بغیر علم حرام ہے اور اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں کہ تقلید علم نہیں اور مقلد عالم نہیں۔

اور خود امام ابن قیمؒ دوسری جگہ اپنی رائے ذکر کرتے ہیں:

و التقلید لیس بعلم باتفاق اھل العلم [2] کہ تقلید باجماع علماء علم نہیں۔

اور اس کے متعلق ہم پہلے تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں ؎

بات وہ منہ سے کہی ہے کہ بنائے نہ بنے
بوجھ وہ سر پہ لیا ہے کہ اٹھائے نہ اُٹھے

اور آخر میں ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان پر بات کو ختم کرتے ہیں آپ نے فرمایا:

لا تکونن امعۃ، قیل وما امعۃ؟ قال: ان یقول الرجل انا مع الناس ان ضلوا ضللت و ان اھتدوا اھتدیت [3]

"تم امعہ نہ بن جاؤ۔ پوچھا گیا امعہ کیا ہے؟ فرمایا، آدمی کہے میں تو لوگوں کے ساتھ ہوں۔ اگر وہ گمراہ ہوئے تو میں بھی ساتھ ہی گمراہ ہوا اور اگر وہ ہدایت پر ہوئے تو میں بھی ہدایت یافتہ ہوا ؎ اگر تقلید بودے شیوۂ خوب پیمبر ہم رہِ اجداد رفتے (اقبالؔ)

---

[1] الاعلام لابن قیم ج ا [2] ایضاً [3] المستصفیٰ للغزالی ج ا ص ۱۲۴